عہدِ رسالت اور عہدِ خلافتِ راشدہ میں جنگی قیدی۔ نبوی حکمتِ عملی کا تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر ارشد اقبال*

ABSTRACT:

In ancient ages, there were generally two types of slavery; the first shape was that status wise weak person was made prisoner by the stronger people and after that he was made a slave and was sold out. The second shape of slavery was of war prisoners. Islam forbade the former shape and banned forever. However, the option of second shape was kept open. Before the emergence of Islam, the prisoners of war were treated tyrently. There was no option for them except being killed or permanent slavery. But Islam, the religion of mercy fixed rights of even slaves. Laws were made to mension their social status and different options were offered for their freedom. In this article, the study of Islamic laws and rules about slavery are presented and it has been proved in the light of Quran, Seerah and act of sacred companions that the objections of orientalists on Islamic laws regarding war prisoners are based just upon prejudice. Whereas Islamic law is quite moderate, balanced and actable.

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو غلام بنانے کا رواج قدیم زمانے سے رہا ہے، قدیم دور میں غلامی کی عام طور پر دو صورتیں ہوتی تھیں:

ایک یہ کہ کسی بے سہارا شخص کو طاقتور لوگ پکڑ کر قیدی بنا لیتے اور پھر اسے غلام بنا کر بیچ دیتے تھے، جیسے ابتدائے اسلام میں حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ دونوں آزاد گھرانوں کے آزاد افراد تھے لیکن سفر کی حالت میں انھیں تنہا پا کر کچھ لوگوں نے قیدی بنا لیا اور غلام کی حیثیت سے آگے فروخت کر دیا[1]۔ اسے "بیع الحر" یا آج کی اصطلاح میں "بردہ فروشی" کہا جاتا ہے۔ اسلام نے اس صورت کی مکمل ممانعت کر دی اور نبی ﷺ نے کسی بھی آزاد شخص کو غلام بنانے یا اسے فروخت کرنے کو قطعی طور حرام قرار دے دیا۔[2]

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

1 ابن سعد، محمد بن سعد۔ **الطبقات الکبریٰ**۔ تحقیق: احسان عباس۔ بیروت: دار صادر، طبع اول، 1968ء، ج3ص42 /ج7ص318۔

2 بخاری، محمد بن اسماعیل۔ **الجامع الصحیح**۔ قاہرہ: دار الشعب، طبع اول: 1407ھ۔ کتاب الاجارۃ، باب اثم من منع الاجیر، رقم الحدیث: 2227۔

دوسری صورت یہ تھی جن کو باہمی جنگوں میں قید کرکے غلام بنالیا جاتا تھا، ان کو افراد اور خاندانوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، ان کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور ان میں جو خواتین ہوتی تھیں ان کے ساتھ ان کے مالکان کو جنسی تعلق کا حق حاصل ہوتا تھا۔ یہ جنگی قیدیوں کے بارے میں مختلف عملی صورتوں میں سے ایک صورت تھی اور اس کا عام رواج تھا۔

اسلام نے اس صورت کو ختم کرنے کے بجائے باقی رکھا، البتہ اس صورت میں غلام یا لونڈی بن جانے والوں کے حقوق کا تعین کیا، ان کے ساتھ معاملات کو باقاعدہ قوانین و ضوابط کی شکل دی، ان کے حقوق و فرائض کی وضاحت کی اور مختلف حوالوں سے مثلاً اجر و ثواب کے حصول کے لیے، بعض گناہوں کے کفارات میں اور بعض جرائم کی سزاؤں میں ان کی آزادی کے مختلف راستے کھولے۔ اسلام نے اس دور میں جبکہ پوری دنیا میں غلاموں کو جانوروں کی طرح سمجھا جاتا تھا، ان کے لیے سہولت اور حقوق کی صورتیں پیدا کیں۔

جنگی قیدیوں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک سے متعلق نبوی تعلیمات:

اسلام سے پیشتر دنیا میں جتنی قومیں اور سلطنتیں گزری ہیں وہ اسیرانِ جنگ کے ساتھ نہایت ہی وحشیانہ اور بہیمانہ سلوک کرتی تھیں۔ قیدیوں کے ساتھ اس بدترین سلوک میں دور حاضر کی مہذب اقوام بھی پیچھے نہیں رہیں، موجودہ یورپین حملہ آور اقوام کا جنگی قیدیوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک ان کے اسیرانِ جنگ کے ساتھ سلوک کے حوالے سے شاہدِ عدل ہیں، گوانتاموبے کی بدنامِ زمانہ جیل اور وہاں کی انسانیت سوز اور حیا باختہ انواعِ تعذیب و عقوبت کو دیکھ کر ہر شخص تلملا اٹھا مگر پوری دنیا کی تاریخ میں پیغمبر اسلام ﷺ ہی سب سے پہلے انسان تھے جنہوں نے جنگی اصولوں کو پہلی بار انسانی قدروں کی بنیاد پر رکھا اور جنگی قیدیوں کے حقوق کا تعین کیا۔ قرآن مجید میں جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے ارشاد باری ہے:

{يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ }[1]

---

1 الأنفال:70

(اے نبی! اپنے قیدیوں سے کہہ دو اگر اللہ تمھارے دلوں میں کوئی بھلائی معلوم کرے گا تو تمھیں اس سے بہتر عطا کردے گا جو تم سے لیا گیا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ،رحم کرنے والا ہے۔)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان جنگی قیدیوں سے رحمت و مغفرت کا وعدہ فرما رہا ہے جن کے دلوں میں خیر ہے، جب اللہ تعالیٰ ان سے اس رحیمانہ انداز میں بات کررہا ہے تو مسلمان ان سے کسی غیر انسانی سلوک کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کے جو واقعات اسلامی تاریخ میں درج ہیں وہ کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ملتے۔ نبی ﷺ نے جنگی قیدیوں کے حقوق کے تعین کے حوالے سے جو اسوہ حسنہ پیش فرمایا اس کا اندازہ ذیل میں اسلامی احکام سے کیا جاسکتا ہے:

1۔ جنگی قیدیوں سے حسن سلوک سے پیش آیا جائے، آپ ﷺ کی عمومی ہدایت یہ ہے

"استوصوا بالاساریٰ خیرا" (تم قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔)

آپؐ کے اس تاکیدی حکم کا نتیجہ یہ نکلا کہ مصعب بن عمیرؓ کے بھائی ابو عزیز بیان کرتے ہیں کہ میں بھی بدر کے قیدیوں میں شامل تھا، مجھے انصار کی تحویل میں دیا گیا، چنانچہ جب وہ کھانا کھاتے تو خود کھجور کھاتے اور مجھے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق روٹی دیتے۔[1]

2۔ جنگی قیدیوں کو کھانا دینا اسلامی شریعت میں واجب اور بطور سزا کے انھیں بھوکا رکھنا حرام ہے، قرآن مجید نے اہل ایمان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

{وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا}[2]

(اور وہ اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔)

امام ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں:

"اس وقت مسلمانوں کی قید میں مشرکین تھے اس کے باوجود آپ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ ان قیدیوں کو عزت دیں، چنانچہ صحابہ کرام کھانا کھاتے ہوئے اپنی ذات پر ان قیدیوں کو ترجیح دیتے تھے"[1]۔

---

[1] طبرانی، سلیمان بن احمد۔ **المعجم الصغیر**۔ تحقیق: محمد شکور محمود۔ بیروت: المکتب الاسلامی، طبع اول، 1985ء۔ ج 1 ص 250، رقم الحدیث: 409۔

[2] الإنسان: 8

3۔ اگر جنگی قیدیوں کے پاس لباس نہیں ہے تو انھیں گرمی اور سردی سے بچانے کے لیے لباس فراہم کیا جائے گا، امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں: "باب الکسوۃ للاساریٰ۔" (قیدیوں کو لباس دینا)

اس باب کے ذیل میں امام بخاریؒ نے وہ روایت درج کی ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ کے چچا عباس بدر کے قیدی بن کر آئے تو ان کے پاس لباس نہیں تھا، آپ نے ان کو لباس فراہم کیا۔[2]

4۔ اسی طرح قیدیوں کی مناسب رہائش کا انتظام کیا جائے گا، حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس قیدی لایا جاتا تو آپ اسے کسی مسلمان کے حوالے کر دیتے اور فرماتے: "اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا"۔ وہ اس مسلمان کے پاس دو تین دن قیام کرتا، اس دوران وہ اس قیدی کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا۔[3]

5۔ اسی طرح حاکم نے اگر قیدیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو ان کو قتل کرنے سے پہلے بھوکا پیاسا رکھ کر سزا دینے اور ان کی اہانت کرنے کی ممانعت کی گئی ہے[4]۔ بنو قریظہ کے یہود کو قیدی بنا کے لایا گیا، مسلمانوں نے انھیں ایک چٹیل میدان میں دھوپ میں کھڑا کر دیا تو نبی ﷺ نے انھیں دھوپ میں کھڑا کرنے سے مسلمانوں کو منع کر دیا، چنانچہ آپ کے حکم پر انھیں سایہ فراہم کیا گیا اور کھلایا پلایا گیا[5]۔ اسی طرح جنگی قیدی سہیل بن عمرو کے سامنے والے دو دانت توڑنے کا مشورہ حضرت عمرؓ نے دیا تو آپ نے اس تجویز کو رد کر دیا[6]۔ فقہ اسلامی کی کتب میں اسلامی قانون کی یہ وضاحت موجود ہے کہ زخمی کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا علاج کیا جائے گا، حتیٰ کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ اگر امید ہو

---

1 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ تحقیق: سامی بن محمد سلامہ۔ دار طیبہ، طبع ثانی، 1999ء، ج8 ص288۔

2 بخاری۔ **الجامع الصحیح**۔ کتاب الجھاد، باب الکسوۃ للاساریٰ، رقم الحدیث: 3008۔

3 الزمخشري، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، جار الله (المتوفى: 538ھ)۔ **الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل**۔ ق بیروت: دار الكتاب العربي، طبع ثالثہ، 1407ھ۔ ج4 ص668۔

4 کاسانی، ابو بکر بن مسعود بن احمد۔ **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**۔ بیروت: دار الفکر، طبع اول، 1996ء۔ ج6 ص92۔

5 واقدی، محمد بن عمر۔ **المغازی**۔ تحقیق: مارسدن جونس۔ بیروت: عالم الکتب، س۔ن۔ ج2 ص514۔

6 ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام۔ **السیرۃ النبویۃ**۔ تحقیق: طٰہ عبد الرؤف سعد۔ بیروت: دار الجیل، طبع اول، 1411ھ۔ ج3 ص200۔

کہ قیدی کے پاس کوئی راز کی باتیں ہیں تو کیا ان کو معلوم کرنے کے لیے اسے سزا دی جا سکتی ہے؟ امام مالکؒ نے جواب دیا کہ میں نے (مسلمانوں کی تاریخ میں) ایسا کوئی واقعہ سنا نہیں ہے[1]۔

6۔ اسلام نے قیدیوں بالخصوص خواتین قیدیوں کے ساتھ سلوک واحسان کا برتاؤ کیا، مثال کے طور پر قبیلہ طے کے قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی بھی قید ہو کر آئی، اس نے نبی ﷺ سے رہائی کی درخواست کی جسے آپ نے منظور کر لیا، چنانچہ آپ نے اس کے لیے سواری، زادراہ اور وطن واپسی کا مکمل انتظام کیا[2]۔

جنگی قیدیوں کی بابت اسلامی تعلیمات کی یہ ایک جھلک ہے۔ کتبِ سیرت اور فقہ میں اس کی بہت سی تفصیلات اور جزئیات موجود ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنگی قیدیوں کے لیے اسلام نے جن سہولتوں اور حقوق کا اعلان کیا وہ عملاً انھیں عطا کیے۔

جنگی قیدیوں کے لیے اسلامی قانون

اسلام سے قبل جنگی قیدیوں کے سلسلے میں دو ہی طریقے رائج تھے؛ ان کا قتلِ عام کرنا یا ان کو غلام اور لونڈی بنالینا۔ مثال کے طور پر تورات میں ایک موقع پر کہا گیا ہے:

> ”اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تُو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا، لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور شہر کے سب مال اور لوٹ (غنیمت) کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ (غنیمت) کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو، کھانا“[3]

اسلام چونکہ اپنے اصل مزاج کے اعتبار سے غلامی کے اس نظام کو پسند نہیں کرتا اس لیے اس نے ایک تو یہ ہدایت دی کہ میدان جنگ میں جب دشمن تمھارے قابو میں آجائے تو سوائے بعض استثنائی صورتوں کے اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ قیدی بنالیا جائے، جیسا کہ ارشاد ہے:

---

1 عبدری، محمد بن یوسف۔ **التاج والاکلیل لمختصر خلیل**۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، 1994ء۔ ج4 ص548۔

2 طبری، محمد بن جریر۔ **تاریخ الامم والملوک**۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، 1407ھ۔ ج2 ص187۔

3 کتاب مقدس، استثناء۔ لاہور: بائبل سوسائٹی، 2006ء۔ 20:12-14

{فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا }[1]

(پس جب تم ان کے مقابل ہو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب مغلوب کرلو تو ان کی مشکیں کس لو، پھر یا تو اس کے بعد احسان کرو یا تاوان لے لو یہاں تک کہ لڑائی والے اپنے ہتھیار ڈال دیں، یہی (حکم) ہے۔)

اب ان قیدیوں کے لیے اسلام سے پہلے ایک ہی راستہ تھا کہ انھیں غلام اور باندی بنالیا جائے جبکہ اسلام نے ان کی رہائی کی کئی صورتیں پیدا کی ہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں جنگی قیدیوں کے بارے میں دوٹوک الفاظ میں یہ قانون بیان کیا گیا ہے کہ ان کو یا تو احسان کے طور پر رہا کر دیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے لیکن اگر رہائی کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو ان کو غلام بنانے کی اجازت دی گئی ہے، تاہم اس قسم کے غلاموں کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، ان کی تعلیم و تربیت اور انھیں سوسائٹی کے عمدہ افراد بنانے کی ہدایت کی گئی ہے۔

عہدِ رسالت میں جنگی قیدیوں سے حسن سلوک

نبی ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں مختلف غزوات میں حصہ لیا اور بہت سی جنگی مہمات روانہ کیں۔ اگر ان تمام جنگوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جنگی قیدیوں کے ساتھ عام طور پر یہی دو معاملات کیے؛ ان کو یا تو بطور احسان رہا کر دیا گیا یا ان سے فدیہ وصول کیا گیا، تاہم اس کے علاوہ جنگی مجرموں کو قتل کرنے، قیدی بنانے اور مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے واقعات بھی ملتے ہیں لیکن سیرت طیبہ کو اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ایسے واقعات محض استثنائی حیثیت رکھتے ہیں۔ جنگی قیدیوں کے بارے نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور طرز عمل کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ رقمطراز ہیں:

> "ہمارے پاس مشرک جنگی قیدی کے بارے میں نبی ﷺ کے تین طریقے آئے ہیں: احسان کر کے چھوڑ دینا، فدیہ لے کر چھوڑ دینا اور قتل کر دینا۔ اسی کا حکم قرآن میں یوں نازل ہوا ہے:" اس کے بعد یا تو احسان کرنا ہے یا فدیہ لینا، یہاں تک کہ جنگ اپنے

---

1 محمد:4

ہتھیار رکھ دے"۔ اور فرمایا: "مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ قتل کردو"۔ نبی ﷺ نے ضرورت وحکمت کے تحت ان میں سے ہر ایک پر عمل فرمایا ہے۔"[1]

امام ابن قیمؒ نے اس بات کو مزید وضاحت کے ساتھ یوں بیان کیا ہے:

کان یمنُّ علی بعضهم، ویقتل بعضهم، ویفادي بعضهم بالمال وبعضهم بأسری المسلمین، وقد فعل ذلك كله بحسب المصلحة[2].

(آپ بعض قیدیوں کو بطور احسان رہا کر دیتے، بعض کو قتل کر دیتے، بعض سے مالی فدیہ لے لیتے اور بعض کو مسلمانوں کی قید میں دے دیتے، آپ نے مصلحت کے پیش نظر یہ تمام کام کیے ہیں۔)

ذیل میں عہد نبوی کے ان واقعات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جاتی ہے جن میں آپ نے جنگی قیدیوں سے معاملات کیے ہیں تاکہ جنگی قیدیوں کے بارے اسلامی قانون کی صحیح تصویر سامنے آسکے۔

1۔ احسان کرکے چھوڑ دینا

آپ نے بہت سے غزوات میں جنگی قیدیوں کو بغیر کسی معاوضے کے بطور احسان رہائی عطا فرمائی، جس کو قرآن مجید نے " مَن "(احسان) سے تعبیر کیا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

1۔ حدیبیہ کے میدان میں کوہ تنعیم کے 80 حملہ آور قید ہوئے تھے۔ ان کو نبی ﷺ نے بلا کسی شرط و جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا۔

2۔ غزوہ بنو مصطلق میں 100 سے زیادہ مرد وزن قید ہوئے تھے، وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دیے گئے تھے

3۔ غزوۂ حنین میں 6 ہزار عورتیں اور بچے قید ہوئے، آپ نے ان سب کو بلا کسی شرط و جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا اور بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ نبی ﷺ نے اپنی طرف سے اسیر کنندگان کو ادا کیا تھا اور اکثر اسیروں کو معافی و سفر خرچ دے کر رخصت فرمایا تھا[3]۔ ان نظائر سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے خلاف نہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنے حملہ آور دشمنوں پر قابو اور غلبہ پالینے کے بعد آزاد فرما دیا کرتے تھے۔

---

1 قاسم بن سلام، ابو عبید ہروی۔ **الاموال**۔ تحقیق: خلیل محمد ہراس۔ بیروت: دار الفکر، س۔ن۔ ص 141۔

2 ابن قیم جوزیہ، محمد بن ابو بکر۔ **زاد المعاد فی ھدی خیر العباد**۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، طبع ستائیس، 1994ء۔ ج 3 ص 109۔

3 منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی۔ **رحمۃ للعالمین**۔ لاہور: مکتبہ محمدیہ، طبع اول 2008ء ج 1 ص 149۔

2۔ فدیہ لے کر چھوڑ دینا:

عام معافی اور بطور احسان جنگی قیدیوں کو چھوڑ دینے کے بعد یہ دوسری صورت ہے جس پر نبی اکرم ﷺ نے سب سے زیادہ عمل کیا۔ آپ نے ایک تو فدیہ کی رقم معمولی رکھی، دوسرے آپ نے فدیہ کو صرف مالی فدیہ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے مفہوم میں وسعت پیدا کی اور لکھنے پڑھنے کو بھی اس میں شامل کیا۔ تاریخ انسانی میں سب سے پہلے آپ ہی نے تعلیم کو بطور فدیہ قبول کرکے جنگی قیدیوں کو رہا کیا۔ مثال کے طور پر بدر کے 72 قیدیوں میں سے 70 کو آپ نے فدیہ وصول کرکے آزاد فرمادیا اور جو مالی فدیہ نہیں ادا کرسکتے تھے انھیں مسلمان بچوں کو تعلیم دینے کے عوض رہا کردیا گیا، ان قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا اور بہت سے قیدیوں کے بیانات موجود ہیں جنھوں نے اقرار کیا ہے کہ اہل مدینہ بچوں سے بڑھ کر ان کی آسائش کا اہتمام کرتے تھے۔[1]

4۔ جنگی قیدیوں کا تبادلہ:

یہ بھی دراصل فدیہ ہی کی ایک صورت ہے، اس دور میں جنگی قیدیوں کے تبادلے کا رواج نہ تھا یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی میں بڑے پیمانے پر جنگی قیدیوں کا تبادلہ عمل میں نہیں آیا، تاہم بعض واقعات ملتے ہیں جن میں جنگی قیدیوں کا تبادلہ کیا گیا، مثال کے طور پر مسند احمد میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بنو عقیل کے ایک مشرک کے بدلے دو مسلمان رہا کروائے۔[2]

5۔ جنگی مجرموں کو قتل کرنا:

جنگی قیدیوں کے بارے اسلامی شریعت کا اصل حکم یہی ہے کہ ان کو قتل نہ کیا جائے، تاہم اگر ان کے قتل کی انتہائی ناگزیر مصلحت ہو، مثلاً وہ خطرناک جنگی مجرم ہوں تو انھیں قتل کیا سکتا ہے۔ نبی ﷺ کے عہد میں خطرناک جنگی قیدیوں کو قتل کر دینے کی مثالیں بھی ملتی ہیں لیکن وہ بہت کم ہیں۔ مثال کے طور

---

1 قاسم بن سلام۔ **الاموال**۔ ص 153 / منصور پوری۔ **رحمۃ للعالمین**۔ ج 1 ص 149۔

2 احمد بن حنبل۔ **المسند**۔ تحقیق: سید ابو المعاطی النوری۔ بیروت: عالم الکتب، طبع اول، 1998ء ج 4 ص 426، رقم الحدیث: 19827۔

پر بدر کے قیدیوں میں سے آپ نے عقبہ بن ابی معیط اور طعیمہ بن عدی کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا اورانھیں قتل کر دیا گیا، یہ سزا ان کے سابق جرائم کا نتیجہ تھی جس نے انھیں واجب القتل ٹھہرا دیا تھا۔[1] اسی طرح بنی قریظہ کے حق میں حضرت سعد بن معاذ نے فیصلہ کیا کہ ان کے بالغ مرد قتل کیے جائیں اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنالیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس فیصلہ کو نافذ فرمایا[2]۔ درحقیقت یہ لوگ اسیران جنگ نہیں تھے اور نہ یہ سزا انھیں اسیران جنگ ہونے کے باعث دی گئی، یہ سزا انھیں غداری پر دی گئی اور دنیا میں اس وقت اور آج بھی اس جرم کی یہی سزا ہے۔

6۔ قیدیوں کو غلام اور لونڈی بناکر انفرادی تحویل میں دینا:

یہ بات بھی حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد میں جنگی قیدیوں کو غلام اور لونڈی بنا کر مسلمانوں میں تقسیم بھی کیا گیا، مثال کے طور پر جنگ اوطاس کی قیدی خواتین کو آپ ﷺ نے صحابہ میں تقسیم کیا[3]۔

جنگی قیدیوں کے ساتھ خلفائے راشدین کا عمل:

نبی اکرم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کا طرز عمل بھی یہی رہا، انھوں نے مصلحت کے پیش نظر جس صورت کو زیادہ مناسب سمجھا اس پر عمل کیا، ان کے عہد میں بھی جنگی قیدیوں کو بطور احسان رہا کرنے، فدیہ لے کر چھوڑنے اور قتل کرنے کے واقعات ملتے ہیں۔

عام طور پر ان کے دور مین جنگی قیدیوں کو بطور احسان رہا کیا گیا، مثال کے طور پر عہد صدیقی میں اشعث بن قیس کندی کو گرفتار کر کے ابو بکر صدیقؓ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: ہم تجھے قتل کرتے ہیں تیرے لئے کوئی امان نہیں۔ اس نے کہا: مجھ پر احسان کیجئے اور مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس پر احسان کر کے اسے آزاد کر دیا اور اپنی بہن کا رشتہ بھی اس سے کر دیا[4]۔ اسی طرح عہد فاروقی میں ایران

---

1 منصور پوری۔ **رحمۃ للعالمین**۔ ج1 ص148۔

2 بخاری، **الجامع الصحیح**۔ کتاب الاستئذان، باب قول النبی ﷺ: قوموا الی سیدکم، رقم الحدیث: 6262۔

3 ابو یعلٰی، احمد بن علی۔ **مسند ابی یعلٰی**۔ تحقیق: حسین سلیم اسد۔ دمشق: دار المامون، طبع اول، 1984ء۔ ج2 ص381، رقم الحدیث: 1148۔

4 قاسم بن سلام۔ **الاموال**۔ ص149۔

کے شہر تستر کے گورنر ہرمزان کو گرفتار کر کے انس بن مالک کے ہمراہ حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا گیا، حضرت عمرؓ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت انسؓ کہا: آپ نے اسے امان دے کر گفتگو کرنے کی اجازت دی تھی، اب اسے قتل کرنا جائز نہیں زبیر بن عوامؓ نے بھی حضرت انس کی بات کی تصدیق کی، چنانچہ ان کی گواہی پر حضرت عمرؓ نے ہرمزان کو آزاد کر دیا۔ وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اس کا وظیفہ مقرر فرمایا[1]۔

فدیہ لے کر چھوڑنے کے واقعات بھی تاریخ میں موجود ہیں، مثال کے طور پر شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ بہت سے لوگ ایسے تھے جن کو دور جاہلیت میں قیدی بنا لیا گیا تھا مگر وہ ابھی تک اپنے قبیلے اور خاندان کی نسبت سے ہی معروف تھے، حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو انھوں نے چار سو درہم کے عوض ان کو رہا کر دیا[2]۔ اس کے ساتھ بعض قیدیوں کو قتل بھی کیا گیا، مثال کے طور پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں ان کو خط لکھا گیا کہ ایک مشرک قیدی اتنا فدیہ ادا کرے رہائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو انھوں نے کہا: اس سے فدیہ مت لو، اسے قتل کر دو[3]۔

اسی طرح خلفائے راشدین کے عہد میں جنگی قیدیوں کو مسلمان فوجیوں میں تقسیم بھی کیا گیا، مثال کے طور پر عہد فاروقی میں جب عراق اور شام فتح ہوئے تو وہاں قید ہونے والوں کو مسلمان فوجیوں میں تقسیم کیا گیا۔ انھی لونڈیوں کے بطن سے بڑے بڑے محدث اور فقہاء پیدا ہوئے جن میں امام زین العابدینؒ، حسن بصریؒ وغیرہ شامل ہیں۔[4] حضرت عمرؓ کا قاتل ابو لؤلؤ فیروز بھی جنگی قیدی تھا جسے بعد ازاں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی تحویل اور غلامی میں دے دیا گیا تھا[5]۔

درج بالا مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانے میں جنگی قیدیوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا تھا جو عہد نبوی میں کیا جاتا تھا، اس دور میں حسب مصلحت مسلمین جنگی قیدیوں کو بطور احسان رہا کیا گیا، فدیہ لے کر بھی چھوڑا گیا اور بعض جنگی مجرموں کو قتل بھی کیا۔

---

1 ایضاً

2 ایضاً، ص:177

3 ایضاً، ص:173

4 ذہبی، محمد بن احمد۔ **سیر اعلام النبلاء**۔ تحقیق: شعیب الارناؤط۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ۔ ج4ص564 / ج4ص386۔

5 ابو یعلیٰ۔ **مسند ابی یعلیٰ**۔ ج5ص116، رقم الحدیث: 2731۔

جنگی قیدیوں کے بارے ائمہ کرام اور فقہائے محدثین کی رائے

جنگی قیدیوں کے بارے عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین کے طرز عمل کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے بارے میں اصل اصول قرآنی نص ہی ہے، یعنی احسان کرکے یا فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے۔ وہ تمام آیات جن میں تمام کافروں کو قتل کرنے کا حکم ہے وہ عام و مطلق نہیں بلکہ وہ ان جنگی قیدیوں کے بارے میں ہیں جنہوں نے زمانہ کفر میں غیر معمولی جنگی جرائم کا ارتکاب کیا اور مسلمانوں کو غیر معمولی اذیت دی جیسے فتح مکہ کے موقعہ پر عام معافی کے باوجود کچھ کے بارے میں حکم ہوا کہ ان کو ہر صورت قتل کر دیا جائے۔ یہ عام حکم نہ تھا، نہ کبھی اس پر عمومی عمل ہوا ہے، نہ نبی ﷺ نے عام جنگی قیدیوں کو لونڈی یا غلام بنایا نہ اس کا قرآن وسنت میں حکم آیا ہے۔ عموماً قرآن وسنت کی روشنی میں یہ فیصلہ امام وحاکم کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمان کے لئے جو مفید اور بہتر سمجھے وہ فیصلہ کرے۔ علامہ ابن رشدؒ فرماتے ہیں:

وأكثر العلماء على أن الإمام مخير في الأسارى في خصال: منها أن يمن عليهم، ومنها أن يستعبدهم، ومنها أن يقتلهم، ومنها أن يأخذ منهم الفداء، ومنها أن يضرب عليهم الجزية[1]۔

(اکثر علماء کی یہی رائے ہے کہ قیدیوں کے بارے امام کو اختیار ہے، وہ بطور احسان رہا کر سکتا ہے، انھیں غلام بنا سکتا ہے، قتل کر سکتا ہے، فدیہ لے سکتا ہے اور ان پر جزیہ لگا سکتا ہے۔)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں :

”ثمامہ بن اثال کے واقعہ سے جمہور کی بات کو تقویت ملتی ہے کہ کافر جنگی قیدیوں کا معاملہ امام کی صوابدید پر ہے، وہ فیصلہ کرے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید تر ہو۔ زہری، مجاہد اور ایک جماعت نے کہا کہ کافر قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینا بالکل جائز نہیں۔ حسن بصری اور عطاء نے کہا، قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ امام کو اختیار ہے کہ احسان کرکے انہیں چھوڑ دے یا فدیہ لے کر۔ امام مالک کا قول یہ ہے کہ فدیہ لئے بغیر احسان نہیں کیا جا سکتا۔ حنفیہ کا کہنا ہے کہ احسان بالکل جائز نہیں، نہ فدیہ

---

1 ابن رشد، محمد بن احمد۔ **بدایۃ المجتہد**۔ مصر: مطبعۃ مصطفی البابی، طبع رابع، 1975ء۔ ج1 ص382۔

لے کر نہ بغیر فدیہ لئے کیونکہ اس طرح قیدی واپس جا کر دوبارہ ہمارے ساتھ لڑے گا۔ امام طحاوی نے کہا: اس آیت کا ظاہر جمہور کی دلیل ہے۔"[1]

امام ابو عبیدؒ کی رائے یہ ہے کہ

"ان آیات (قتل، احسان اور فدیہ لے کر چھوڑنے کے احکام پر مشتمل) میں کوئی نسخ نہیں بلکہ سب محکم ہیں۔ نبی ﷺ نے ہر ایک پر حسبِ حکمت عمل فرمایا۔ بدر کے دن بعض کافروں کا قتل کیا، بعض سے فدیہ لیا اور بعض پر احسان کر کے چھوڑ دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بنی قریظہ کو قتل کیا اور بنی المصطلق پر احسان کیا۔ ابن خطل وغیرہ کو فتح مکہ کے موقع پر قتل کیا اور باقی اہل مکہ پر احسان فرما کر آزاد کر دیا۔ ہوازن قبیلہ کو قیدی بنانے کے بعد، احسان فرمایا اور ان کو آزاد کر دیا۔ ثمامہ بن اثال کو قید کر کے فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا۔ ان تمام باتوں سے جمہور علماء کے قول کو ترجیح حاصل ہوتی ہے کہ جنگی قیدیوں کا معاملہ حاکم کی صوابدید پر ہے، انھیں قید کرنے کے بعد حاکم کو اختیار ہے کہ وہ ان پر جزیہ مسلط کرے، انھیں قتل کرے، غلام بنائے، بغیر فدیہ کے احسان کرے یا فدیہ لے کر انھیں رہا کر دے۔ یہ تمام احکام مرد قیدیوں کے ہیں۔ رہیں عورتیں اور بچے تو وہ قید ہوتے ہی محکوم ہو جائیں گے۔ اب ان اسیر کافرہ عورتوں کے عوض ان مسلمانوں قیدی عورتوں کو رہا کروایا جائے گا جو کافروں کی قید میں ہیں۔"[2]

مذکورہ بالا نظائر سے معلوم ہوا کہ جنگی قیدیوں سے جیسا مناسب ہو ویسا برتاؤ کیا جائے گا اور آخری فیصلہ حاکم کے اختیار میں ہے۔ قرآن سنت میں غلام اور لونڈی بنانے کا کہیں حکم نہیں دیا گیا البتہ نبوی نظائر کے مطابق اس طریقے کو ختم نہیں کیا گیا اور اس صورت کو اسی وقت اختیار کیا جائے گا جب احسان، فدیہ اور تبادلہ کی کسی بھی صورت میں جنگی قیدیوں کی رہائی ممکن نہیں ہو گی۔ البتہ باندی کے بارے میں اسلامی قانون میں مزید کچھ وضاحتیں ہیں جس کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

---

1 ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی۔ **فتح الباری شرح صحیح البخاری**۔ بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ۔ ج6 ص152۔

2 ابن حجر۔ فتح الباری۔ ج6 ص152۔

جنگی قیدی (لونڈیوں) کے بارے میں اسلامی قانون:

جنگ کی صورت میں جو خواتین قیدی بن کر مسلمانوں کی تحویل میں آتی ہیں اور اگر ان کی واپسی کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں، فدیہ، احسان اور مبادلہ کی کوئی صورت ممکن نہیں ہوتی تو اسلام نے ان کو مسلمانوں کے لیے اسی طرح حلال قرار دیا ہے جس طرح منکوحہ بیوی کو حلال قرار دیا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

{وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ}[1] (اور شوہر والی عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) سوائے ان (لونڈیوں) کے جو تمہاری مِلک میں آجائیں۔)

علامہ قرطبیؒ رقمطراز ہیں:

> أی هن محرمات الا ما ملكت اليمين بالسبی من أرض الحرب فان تلك حلال للذی تقع فی سهمه وان كان له زوج. أی فهن لكم حلال اذا انقضت عدتهن[2].
>
> (خاوندوں والیاں تم پر حرام ہیں مگر وہ باندیاں خواہ خاوندوں والی ہوں جو دار الحرب سے قید ہو کر تمہاری ملکیت میں آگئیں کہ وہ جس کے حصہ میں آئی ہیں اس کے لئے حلال ہیں۔ اگرچہ ان کے خاوند (دار الحرب میں) ہوں، یعنی وہ تمہارے لئے حلال ہیں جب ان کی عدت گزر جائے۔)

تاہم اس مقام پر اسلامی قانون کو سمجھنے کے لیے درج ذیل نکات کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے:

1۔اسیران جنگ میں سے کوئی عورت کس شخص کی ملکیت میں صرف اسی وقت آتی ہے جبکہ وہ حکومت کی طرف سے باقاعدہ اس کے حوالے کی جائے، بعد ازاں صرف اسی شخص کو اس عورت کے ساتھ مباشرت کا حق حاصل ہوتا ہے۔

2۔ سرکاری تقسیم سے پہلے کسی عورت سے مباشرت کرنا زنا ہے اور اسی طرح تقسیم کے بعد ایک مالک کے سوا کسی اور آدمی کا اس کے ساتھ ایسا فعل کرنا بھی زنا کے مترادف ہے۔

3۔ اسی طرح لونڈی کو جب اس کا مالک کسی دوسرے شخص کے نکاح میں دے دے تو پھر اس مالک کو اس لونڈی کے ساتھ مباشرت کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ اس بنا پر ایسی لونڈیاں بھی محصنات میں داخل ہو جاتی ہیں جن کو نصِ قرآنی نے شوہر کے سوا سب کے لیے حرام کر دیا ہے۔[1]

---

1 النساء:24

2 قرطبی، محمد بن احمد۔ **الجامع لاحکام القرآن**۔ قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، طبع ثانی، 1964ء۔ ج5 ص121۔

4۔ اسی طرح مالک کے تصرف میں آجانے کے بعد ایک عورت اگر صاحبِ اولاد ہو جائے تو وہ اس خاندان کی ایک فرد بن جاتی ہے، اس کو ام ولد کہا جاتا ہے۔ مالک کی وفات کے بعد وہ آزاد ہو جاتی ہے، اس کی اولاد جائز اور اپنے باپ سے شرعی ورثہ پاتی ہے۔[2]

جنگی لونڈیوں سے مقاربت اور اس کی بابت اسلامی حکمت عملی:

اسلامی قانون کی رو سے کسی شخص کے لئے جائز مقاربت کی صرف دو صورتیں ہیں؛ ایک نکاح اور دوسری شرعی باندی (ملکِ یمین)۔ یہ اجازت اسی شریعت نے دی ہے جس نے نکاح کرنے کی صورت میں بیوی سے قربت کی اجازت دی ہے۔

مستشرقین کی طرف سے اس سلسلے میں سب سے زیادہ اعتراض قیدی خواتین کے ساتھ جنسی تعلق کو روا قرار دیے جانے پر کیا جاتا ہے، لیکن اس حوالے سے دیکھا جائے کہ ایک غیر قوم سے مسلمانوں کی جنگ ہوتی ہے۔ اس میں کئی عورتیں ان کے ہاتھ آتی ہیں۔ ان میں بہت سی جوان اور خوبصورت عورتیں بھی ہیں۔ اگر ان عورتوں کو آزادانہ اسلامی معاشرے کا حصہ بننے کے لیے چھوڑ دیا جاتا تو ہزارہا اخلاقی برائیاں جنم لیتیں، یہ قدم حرام کاری کی کھلی ترغیب کا باعث بنتا اور جگہ جگہ عصمت فروشی کے اڈے قائم ہو جاتے مگر اسلام نے ان قیدی عورتوں کے معاملات کو احسن طریقے سے حل کیا۔ اسلام ان کو دائم الحبس کرنے یا بالکل آزاد چھوڑنے کے بجائے افرادِ قوم میں تقسیم کر دیتا ہے اور ان افراد کو ہدایت کرتا ہے کہ ان سے حرام کاری کروانا اور ان کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنانا قطعاً حرام ہے، بلکہ یا تو خود ان کو اپنے تصرف میں لاؤ یا ان کے نکاح کر دو اور ان کی آبادکاری اور نان ونفقہ کی ذمہ داری کو یقینی بناؤ۔ اس قانون کی مختلف دفعات قرآن میں مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہیں، سورۂ نور میں ہے:

{وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا}[3]

(اور تم اپنی باندیوں کو دنیوی زندگی کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہیں۔)

---

1 سورۃ النساء 25:4

2 ابن جزی، محمد بن احمد۔ **القوانین الفقہیۃ**۔ تحقیق: ماجد الحموی۔ بیروت: دار ابن حزم، طبع اول، 2013ء۔ ص 631، 632۔

3 النور: 33

مگر یہ ان کے لیے ہے جو اپنی عصمت کی حفاظت کرنا چاہتی ہوں۔ رہیں وہ لونڈیاں جو آپ ہی بدکاری کی طرف مائل ہوں تو ان کے بارے میں یہ حکم دیا گیا:

{فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ}(1)

(پس جب وہ نکاح میں آجائیں پھر اگر بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔)

اس طرح ان لونڈیوں کے لیے بدکاری کا راستہ تو بالکل بند کر دیا گیا تاہم ان کی نفسیاتی ضرورتوں کو باعزت طریقہ سے پورا کرنے کی دو صورتیں تجویز کی گئی ہیں:

1۔ ایک صورت یہ ہے کہ ان کے آقا ان کے نکاح کر دیں۔[2] اسی طرح جو نادار لوگ زیادہ مہر دے کر معزز خاندانوں میں شادیاں کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں ان کو بھی ترغیب دی گئی کہ تھوڑے مہر پر لونڈیوں سے نکاح کر لیں۔[3]

2۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خود مالک ان سے تمتع کرے۔ اس کی تین شکلیں ہیں: ایک یہ کہ محض ملک یمین ہی کو قید نکاح سمجھ کر تمتع کیا جائے۔ دوسری یہ کہ لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا جائے اور اس آزادی ہی کو اس کا مہر قرار دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ اس کو آزاد کر کے جدید مہر کے ساتھ نکاح ہو۔ نبی ﷺ نے دوسری اور تیسری شکل کو ترجیح دی ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے حضرت جویریہؓ کے ساتھ اسی طرح نکاح کیا ہے کہ پہلے ان کو آزاد کیا پھر قیدِ نکاح میں لائے لیکن حضرت ماریہ قبطیہؓ سے بربنائے ملک یمین تمتع فرمایا۔[4]

خلاصہ بحث:

مذکورہ بحث سے یہ بات ہمارے سامنے واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے غلامی کے خلاف آواز اٹھائی اور آزاد انسان کی خرید و فروخت اور اسے غلام بنانے کو حرام قرار دیا، کسی آزاد انسان کو قیدی بنانے کی صرف ایک صورت کو برقرار رکھا اور وہ ہے جنگی قیدی۔ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی بھی یہ بات بہ طور حکم کے نہیں بلکہ ایک اجازت اور اس دور کی رائج صورتوں میں سے ایک صورت کے طور پر تھی کیونکہ اس زمانے میں باقاعدہ قید

---

1 النساء:25

2 النور:32

3 النساء:25

4 مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیمات (لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، 2001ء)، 2:351-355۔

خانے نہ ہونے کی وجہ سے قیدیوں کو قید میں رکھنے کے لیے عملی صورت یہی ممکن تھی کہ انھیں تقسیم کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ اعتراض قیدی خواتین کے ساتھ جنسی تعلق کو روا قرار دیے جانے پر کیا جاتا ہے، لیکن اس حوالے سے دیکھا جائے کہ ایک ایسی خاتون جس کی واپسی کے اس دور میں تمام راستے مسدود تھے اور اس نے عمر بھر قیدی ہی رہنا تھا، اس کے لیے ایک عورت کے طور پر کیا صورت مناسب اور بہتر تھی۔ اسلام نے اس کی غلامی کی ایک رائج صورت کو باقی رکھا، اس کو سب کے لیے کھلا جنسی کھلونا بننے کی بجائے ایک آدمی کو اس کا ذمہ دار بنا دیا اس طرح اس کے ساتھ حقوق ومفادات کا ایک ایسا نظام قانونی طور پر قائم کر دیا کہ اس جنسی تعلق اور اولاد کی صورت میں وہ عورت آزادی اور دیگر حقوق کی مستحق بھی قرار پاتی ہے۔

چنانچہ میری رائے یہ ہے کہ اسلام نے اسی وجہ سے کہیں بھی غلام اور لونڈی بنانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس دور کے عرف کے مطابق اسے جنگی قیدیوں کے لیے ایک اختیار کے طور پر برقرار رکھا ہے، اس کی اصلاح اور بہتری کے لیے احکام و قوانین کا ایک پورا نظام فراہم کیا ہے اور جنگی قیدیوں کی رہائی کی ایک سے زیادہ صورتیں تجویز کی ہیں، بعد ازاں وہ عرف تبدیل ہو گیا اور عالمی سطح پر غلامی کی تمام صورتوں کے خاتمے کا اعلان کر دیا گیا تو یہ اختیار بھی ختم ہو گیا، جیسا کہ آج کے عالمی عرف کے مطابق جنگی قیدیوں کے بارے میں جنیوا کنونشن کو عالم اسلام نے بھی قبول کر رکھا ہے اور عملاً ان قوانین کا احترام کیا ہے۔